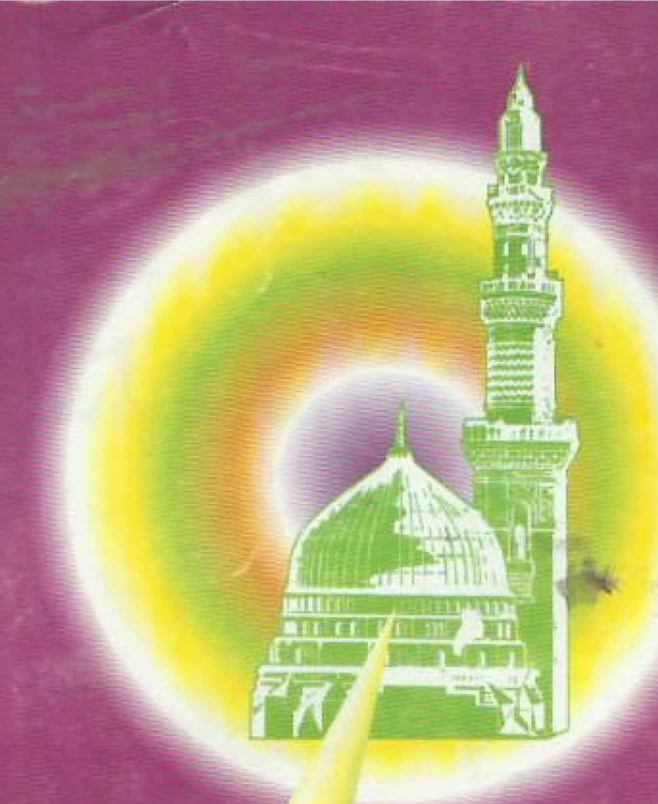


جماعت اہلِ سنت پاکستان

تاریخ، اہداف، عزائم

علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری

سلسلہ مطبوعات نمبر 3

جماعت اہل سنت پاکستان

تاریخ ۔ اہداف ۔ عزائم

علامہ مولانا عبد الحکیم شرف قادری

جماعت اہل سنت کی دعوت پر الحاج محمد علی چشتی (مرحوم) [illegible] نے

اپنے والد محترم الحاج لطیف احمد چشتی مرحوم [illegible] کے ایصال ثواب

کیلئے چھپوا کر جماعت کی ترویج عام کیلئے پیش کیا

جماعت اہلسنت پاکستان

مرکزی دفتر

ادارہ تعلیمات اسلامیہ خیابان سرسید راولپنڈی

فون 418764

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اہل سنت وجماعت

راہ ہدایت

آج اکثر و بیشتر افراد یہ جاننا چاہتے ہیں کہ مختلف مکاتب فکر میں سے کون راہ ہدایت پر ہے اور کون باطل پر؟ کس کی ہمنوائی کی جائے اور کس سے راہنمائی حاصل کی جائے؟ ہر طبقہ حقانیت کا دعویدار ہے اور اپنے حق میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتا ہے' دوسرے طبقوں کو باطل اور گمراہ قرار دیتا ہے' عام آدمی الجھ کر رہ جاتا ہے کہ کس کی بات مانے اور کس کی نہ مانے۔ اس مسئلے کے حل کے لئے درج ذیل سطور قلمبند کی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق و صداقت کے طلب گاروں کو راہ ہدایت دکھائے اور راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین!

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا مانگنے کا طریقہ یوں تعلیم فرمایا ہے:

اھدنا الصراط المستقیم۔

ہمیں راہ راست کی ہدایت فرما!

ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ راہ راست وہی ہے جسے میں نے اختیار کیا ہے' اس لئے ساتھ ہی فرمادیا:

صراط الذین انعمت علیھم۔

ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

یہ بھی قرآن پاک میں واضح فرمادیا کہ انعام یافتگان کون ہیں؟۔

من یطع اللہ و الرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔

جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور میری امت تہتّر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ ایک گروہ کے علاوہ تمام فرقے جہنم میں جائیں گے' صحابہ کرام نے عرض کیا' وہ کون سا گروہ ہے؟ فرمایا:

ما انا علیہ واصحابی

وہ جماعت جو میرے طریقے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہوگی۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

اتبعوا السواد الاعظم فانہ' من شذ شذ فی النار۔

سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو' کیونکہ جو علیحدہ ہوا وہ آگ میں ڈالا گیا۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ کونسا گروہ ہے؟ جو انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ایسے انعام یافتہ حضرات کی راہ پر گامزن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریق پر کاربند ہے اور جسے سواد اعظم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ تھوڑی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان بلا تامل یہ کہے گا کہ وہ مقدس گروہ اہل سنت و جماعت ہی ہے۔

حدیث شریف: "ما انا علیہ و اصحابی" سے ہی اہل سنت و جماعت کا لقب ماخوذ ہے۔ اہل سنت: ما انا علیہ (جو میری سنت پر عمل پیرا ہو) کا ترجمان ہے اور جماعت اصحابی کا مفہوم ادا کر رہا ہے۔ اہل سنت و جماعت کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اور جماعت صحابہ اور سلف صالحین کے طریقے پر عمل پیرا ہوں۔

ملت اسلامیہ کے مسلم راہنما' صحابہ کرام' اہل بیت عظام' بزرگان دین' ائمہ اربعہ' امام اعظم ابو حنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل' سلاسل طریقت کے پیشوا حضور سیدنا

غوث اعظم، حضرت بہاء الدین نقشبند، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین محبوب الٰہی، حضرت خواجہ بختیار کاکی، امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

ائمہ محدثین میں سے صحاح ستہ کے مصنفین اور دیگر جلیل القدر مشائخ حدیث، مفسرین میں سے امام مجاہد، ابن جریر، طبری، فخر رازی، علامہ سیوطی، علامہ صاوی، علامہ الوسی۔

فاتحین اسلام میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت محمد بن قاسم، سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان محمود غزنوی، سلطان اورنگ زیب عالمگیر۔

اسی طرح سرشاران عشق و محبت میں رومی، جامی، سعدی، بوصیری اور خسرو، اسلامی فلسفہ و تصوف کے سرخیل حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، ابن عربی، امام قشیری اور امام غزالی دور آخر کے علماء و مشائخ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی، شاہ فضل رسول بدایونی، شاہ سلیمان تونسوی، حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی، پیر مہر علی شاہ، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور پیر جماعت علی شاہ علی پوری قدست اسرارہم۔

یہ سب حضرات کون تھے؟ ان میں صدیقین بھی ہیں، شہداء اور صالحین بھی ہیں، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی، قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی ہونے کے باوجود ان میں سب سے بڑی قدر مشترک یہ ہے کہ یہ سب اہل سنت و جماعت تھے۔ اہل سنت کے لئے یہ کتنے فخر کی بات ہے؟ کہ وہ ان تمام حضرات کے طریقے پر ہیں۔ ان کا ماضی نہایت تابناک اور قابل فخر ہے۔ انہی کے لئے یہ مژدہ ہے: وحسن اولئک رفیقا اور انہی کے لئے یہ تمغہ صداقت ہے کہ وہ سواد اعظم ہیں۔

یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ موجودہ دور میں سواد اعظم کون ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور بزرگان دین سے سچی محبت رکھنے والے اور ان کے طریقے پر کون ہیں؟ یہ وہی طبقہ ہے جسے آج عرف عام میں بریلوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بریلوی کوئی فرقہ یا گروہ نہیں ہے، بلکہ یہ اہل سنت و جماعت کا علامتی نشان ہے، کیونکہ

چودھویں صدی میں جب ہر طرف افراتفری کا دور دورہ تھا اور فرق باطلہ کی بھرپور یلغار مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے درپے تھی، اس وقت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے سلف صالحین کے مسلک، مسلک اہل سنت و جماعت کی حفاظت کے لئے زبردست علمی اور قلمی جہاد کیا اور مخالفین پر وہ کاری ضرب لگائی کہ وہ آج بھی زخم چاٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، ورنہ امام احمد رضا بریلوی نے کوئی نیا مذہب ایجاد نہیں کیا تھا۔ مخالفین بھی اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ مشہور مورخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہلحدیث کی طرف تھا، لکھتے ہیں:

تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اهل السنته کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔ (1)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مخالفین خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قدیم روش پر شدت سے قائم رہنے والوں کے پیشوا زیادہ تر علماء بریلی اور بدایوں ہی تھے۔

یہی حقیقت شیخ محمد اکرام ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔ (2)

مولوی ثناء اللہ امرتسری اہل حدیث نے واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے:

امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسّی سال قبل پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی، حنفی خیال کیا جاتا ہے۔

اس بیان سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب قدیم مسلمان اسی عقیدے کے حامل تھے جنہیں آج کے عرف میں بریلوی کہا جاتا ہے تو فرقہ واریت اور انتشار پھیلانے کے ذمہ دار عناصر وہی ہوں گے جنہوں نے سادہ لوح عوام کو دیوبندی، وہابی اور غیر مقلد بنانے کی مہم چلائی ہے۔ طرفہ تماشا یہ کہ یہی عناصر آج پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ اہل سنت و جماعت مسلمانوں کو پھاڑنے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر نوزائیدہ فرقہ عوام اہل سنت کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا ہے اور اہل سنت و جماعت کا

پیغام صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنا تعلق مضبوط کرلو، ایمان محفوظ رہے گا۔ ایمان محفوظ رہا، تو سب کچھ محفوظ ہوگا اور اگر ایمان ہی نہ رہا تو کچھ بھی نہ رہے گا۔

یاد رہے کہ مخالفین نے اہل سنت و جماعت کو ایک فرقہ کے روپ میں پیش کرنے کے لئے "بریلوی" کا لقب دیا، جبکہ "بریلوی" کوئی فرقہ نہیں ہے۔ ہم اہل سنت و جماعت ہیں۔

اس تمہید کے بعد آیئے دور آخر میں اہل سنت کی دینی اور سیاسی خدمات کا مختصراً" جائزہ لیں:

جنگ آزادی 1857ء

متحدہ پاک و ہند میں جب سے اسلام کی ضیاء پہنچی، محراب و منبر، سجادہ و خانقاہ اور قصر حکومت و امارت، جہاں سے بھی دین متین کی خدمت و تبلیغ ہوئی، اس کا سہرا اہل سنت کے سر رہا، حتی کہ سرزمین ہند پر انگریز کے منحوس قدم پہنچے، جہاں تقریباً" ایک ہزار سال مسلمان فاتح کی حیثیت سے حکمرانی کرچکے تھے۔ انگریز اس سرزمین پر تاجر بن کر آیا تھا، پھر رفتہ رفتہ اپنی ریشہ دوانیوں اور فریب کاریوں سے اقتدار پر قابض ہوگیا۔ مسلمان بادشاہ کے اختیارات سلب کرلئے، مساجد منہدم کی گئیں۔ مسلمانوں کی تحقیر و تذلیل میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا گیا بلکہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے سازشوں کے جال بچھائے گئے۔ صرف مسلمان ہی نہیں، ہندو بھی اپنا مذہب خطرے میں محسوس کرنے لگے۔ میرٹھ میں جب مسلمان فوجیوں کو سور کی چربی والے اور ہندوؤں کو گائے کی چربی والے کارتوس دانتوں سے کاٹنے پر مجبور کیا گیا تو مسلمان اور ہندو فوجی بھڑک اٹھے اور انگریز کے خلاف جنگ شروع کردی۔

غیظ و غضب میں بپھرے ہوئے فوجی انگریزوں کو پامال کرتے ہوئے دہلی پہنچے اور بہادر شاہ ظفر کو اپنا بادشاہ مقرر کرلیا۔ جنرل بخت خان بھی فوج لے کر بریلی سے دہلی پہنچ گئے۔ اس وقت علماء اہل سنت ہی تھے جنہوں نے فرضیت جہاد کے فتوے صادر کئے اور اپنی تقریروں سے عوام و خواص میں روح جہاد پھونک دی۔ انہی کی تحریک اور قیادت کا نتیجہ تھا کہ مجاہدین کفن بردوش میدان جنگ میں کود پڑے اور داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کرگئے۔

اسباب و عوامل کچھ بھی تھے نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تحریک جہاد کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکی اور انگریز نے اپنا اقتدار بحال کرکے تحریک آزادی سے تعلق رکھنے والے علماء اور مجاہدین پر وہ مظالم ڈھائے کہ ہلاکو، چنگیز، ہٹلر اور مسولینی ایسے سفاک بھی پیچھے رہ گئے۔ مجاہدین کو کالے پانی کی سزا دی گئی، جائیدادیں ضبط کی گئیں۔ زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سلوا کر تیل کے کڑھاؤ میں ڈالا گیا۔ سکھ رجمنٹ سے سرعام اغلام کرایا گیا۔ جامع مسجد فتح پوری سے قلعہ کے دروازے تک مسلمانوں کی لاشیں درختوں سے لٹکائی گئیں۔ مجاہدین کو توپ سے اڑایا گیا، مساجد کی بے حرمتی کی گئی اور حوضوں میں گھوڑوں کی لید ڈالی گئی۔ غرض یہ کہ وحشت و درندگی کا کوئی مظاہرہ ایسا نہ تھا جو نہ کیا گیا۔

علامہ فضل حق خیر آبادی، مولانا احمد اللہ شاہ مدارسی دلاور جنگ، مولانا کفایت علی کافی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مفتی صدر الدین آزردہ، ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی، مولانا فیض احمد بدایونی، مفتی مظہر کریم دریا آبادی وغیرہم یہ تمام علماء اہل سنت ہی تھے جن کی قیادت اور شمولیت نے تحریک کو شعلہ بداماں بنادیا تھا، ان میں سے بعض کو کالے پانی کی سزا دی گئی، بعض کو سرعام پھانسی پر چڑھا دیا گیا، بعض کو انگریز کے ایجنٹوں نے شہید کردیا اور بعض کی جائیداد ضبط کرلی گئی۔

علمائے اہلحدیث کا موقف معلوم کرنے کے لئے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی تصنیف ترجمان وہابیہ اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی تصنیف "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" کا مطالعہ مفید رہے گا جس میں انہوں نے واشگاف الفاظ میں حکومت برطانیہ سے جہاد کو ناجائز قرار دیا ہے۔

علمائے دیوبند نے کہاں تک جنگ آزادی میں حصہ لیا، اس کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے کیا جاسکتا ہے۔ ہوا یہ کہ کسی مخبر نے بنابر مخاصمت مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی کے باغی ہونے کی مخبری کردی، اس سے آگے مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی زبانی سنئے:

"یہ حضرات حقیقتاً" بے گناہ تھے، مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی و مفسد و

سرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا، اس لئے گرفتاری کی تلاش تھی، مگر حق تعالیٰ کی حفاظت بر سر تھی، اس لئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے، تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔(3)

اس سے آگے لکھتے ہیں:

آپ کوہ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں، تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہو گا اور اگر مارا بھی گیا، تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔(4)

یہ صحیح ہے کہ یہ تحریک وقتی طور پر کامیاب نہ ہو سکی اور مسلمانوں کو اس کی بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑی تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس تحریک نے مسلمانوں کے دلوں میں آزادی کی وہ شمع روشن کردی جو بالآخر استخلاص وطن اور قیام پاکستان پر منتج ہوئی۔ پاکستان کے متعصب مورخ کی کس قدر احسان ناشناسی ہے کہ اس کا قلم ان مجاہدین کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے چند سطریں بھی لکھنے کا روادار نہیں ہے۔

تحریک ترک موالات

تقریباً" 1919ء میں جب انگریزوں نے ترکوں پر ظلم و تشدد کی انتہاء کردی، تو اس کے رد عمل میں تحریک خلافت شروع ہوئی اور مسلمانوں نے ہر ممکن طریقے سے جبر و استبداد کی مذمت کی۔ مسلمانوں کے فطری جوش و خروش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گاندھی نے ترک موالات کا اعلان کردیا جس کا مقصد یہ بتایا گیا کہ انگریزوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ تمغے اور جاگیریں واپس کردی جائیں۔ ملازمتیں چھوڑ دی جائیں۔ اس تحریک کا اس شد و مد سے پروپیگنڈا کیا گیا کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر گاندھی کی آندھی کی لپیٹ میں آگئے۔

معاملہ یہاں تک بڑھا کہ گاندھی امام تھا اور کانگرسی علماء دست بستہ اور چشم بستہ اس کے مقتدی بنے ہوئے تھے اور اس کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان تھے کہ "اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی، تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے" کوئی کہتا "زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا، اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرلوگے، تو خدا راضی ہو گا" کسی نے یوں اظہار عقیدت کیا کہ "ان

(گاندھی) کو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں، وہی مانتا ہوں اور میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے"

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستے کردی

کسی نے مستانہ وار یہ نعرہ لگایا کہ "میں اپنے لئے بعد رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گاندھی جی ہی کے احکام کی متابعت ضروری سمجھتا ہوں۔" جب قائدین ایسے ہوں گے تو عوام الناس کا کیا حال ہو گا۔

خان عبدالوحید خان لکھتے ہیں: جامع مسجد دہلی کے منبر پر شردھانند کی تقریریں کرائی گئیں، ایک ڈولی میں قرآن کریم اور گیتا کو رکھ کر جلوس نکالے گئے۔ مسلمانوں نے قشقے لگائے، گاندھی جی کی تصویروں اور بتوں کو گھر میں آویزاں کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا، وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا گیا، گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتاویٰ اونٹوں کی پشت سے تقسیم کئے گئے۔(5)

ایسے بلاخیز دور میں کلمہ حق کہنا معمولی دل گردے کا کام نہ تھا۔ اس تحریک کی مخالفت کرنے والے پر فوراً "انگریز پرستی" کا الزام لگا دیا جاتا۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کا سفینہ گنگا و جمنا میں غرق ہو جاتا کہ بریلی سے امام احمد رضا بریلوی نے کسی کی پرواہ کئے بغیر اس قوت سے نعرۂ حق بلند کیا کہ باطل کی بنیادیں ہل گئیں۔ آپ نے بستر علالت سے نہایت وقیع کتاب "المحجنہ الموءتمنۃ" لکھ کر ہندوؤں اور ہندو نوازوں کے شکوک و شبہات کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے اور واشگاف الفاظ میں بتایا کہ ہندو مسلم اتحاد تو کجا مسلمانوں کو کفار سے محبت رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی کے بعد امام احمد رضا بریلوی وہ نمایاں ترین ہستی ہیں جنہوں نے بانگ دہل اعلان کیا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں۔ ان کا آپس میں کسی صورت میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی نے "النفس الفکر فی قربان البقر" لکھ کر ہندوؤں کی آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا۔ ہندو چاہتے تھے کہ کسی طور مسلمان گائے کی قربانی

سے باز آجائیں' چنانچہ انہوں نے بعض علماء سے فتوے بھی حاصل کرلئے کہ اگر ہندوؤں کی ناراضگی سے بچنے کے لئے گائے کی قربانی نہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: گائے کی قربانی شعار اسلام اور ہمارا حق ہے کسی کو کیا حق پہنچتا ہے؟ کہ شعار اسلام پر پابندی لگائے' آپ کے فتاوی کی اشاعت کا نتیجہ یہ نکلا کہ پھر ہندوؤں کو ایسی سازش کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ کہنا یہ ہے کہ آپ نے ہر نازک مرحلہ پر مسلمانوں کے ملی تشخص کی حفاظت کی اور انہیں احساس دلایا کہ وہ ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔

1935ء میں مولوی حسین احمد مدنی نے ایک تقریر میں کہا کہ "قومیں اوطان سے بنتی ہیں" یعنی ایک وطن میں رہنے والے خواہ مسلمان ہوں یا ہندو اور سکھ' ایک ہی قوم ہیں۔ علامہ اقبال نے اسے غیر اسلامی نظریہ قرار دیا اور اپنے عقیدے کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ — ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است — چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

علماء دیوبند مجموعی طور پر تحریک پاکستان کے مخالف اور گاندھی سیاست کے پیروکار رہے ہیں۔ مولوی حسین احمد مدنی' مولوی محمود حسن' ابوالکلام آزاد' مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری' مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی' مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی' مفتی کفایت اللہ' مولوی احمد سعید وغیرہم نے جس شد و مد سے تحریک پاکستان کی مخالفت اور کانگریسی نقطہ نظر کی حمایت کی' وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ مسلم لیگ کی طرف سے جب ان لوگوں کو دعوت دی گئی کہ آپ بھی مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر آجائیں' تاکہ مل جل کر استخلاص وطن کی کوشش کی جائے تو انہوں نے اتنی خطیر رقم کا مطالبہ کیا جس کے ادا کرنے سے مسلم لیگ قاصر تھی۔ خواجہ رضی حیدر لکھتے ہیں:

ان اجلاسوں (جون 1936ء) سے مولانا احمد سعید نے بھی خطاب کیا اور انہوں نے کہا کہ دیوبند کا ادارہ اپنی تمام خدمات مسلم لیگ کے لئے پیش کردے گا' بشرطیکہ پروپیگنڈا کا خرچ لیگ برداشت کرے۔ اس کام کے لئے پچاس ہزار روپے کی رقم

بھی طلب کی گئی جو لیگ کی استعداد سے باہر تھی اس لئے محمد علی جناح نے اس مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہا نہ اتنا سرمایہ لیگ کے پاس فی الوقت موجود ہے اور نہ ہی اس کا مستقبل میں امکان ہے' اس لئے صرف قومی جذبے کے پیش نظر کام کیا جائے۔

مرزا ابوالحسن اصفہانی نے لکھا ہے کہ ان علماء کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس پارٹی کے لئے پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے ان کے مالی تقاضے پورے کرسکتی تھی۔ (6)

پاکستان میں رہنے والے دیوبندی علماء' تحریک پاکستان کی مخالفت پر آج بھی کوئی ندامت محسوس نہیں کرتے' بلکہ اپنے اس کارنامے پر فخر کرتے ہیں۔ مفتی محمود نے ایک میٹنگ میں برملا کہا تھا:

خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے (مفہوماً)

ہمیں ان جانبدار مورخوں پر تعجب ہے جو تحریک پاکستان کی کامیابی کا سہرا علماء دیوبند کے سر باندھتے ہوئے ذرہ بھر نہیں ہچکچاتے۔ تاریخ کا معمولی سا مطالعہ رکھنے والا طالب علم بھی محسوس کرتا ہے کہ یہ تاریخ بیان نہیں کی جارہی' بلکہ تاریخ بنائی جارہی ہے' شاید انہیں علم نہیں ہے کہ تاریخی حقائق لاکھ پردے ڈالنے کے باوجود بھی کسی نہ کسی وقت بے نقاب ہو کر رہتے ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز وہ وقت جلد آنے والا ہے جب نظریہ پاکستان کے حامی اور مخالف صاف پہچانے جاسکیں گے۔

یہ نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی' آزادی وطن کے مخالف تھے' انہیں اس طریق کار اور انداز فکر سے اختلاف تھا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کا جداگانہ تشخص مٹ جاتا یا کم از کم مضمحل ہو جاتا' خدانخواستہ اگر ایسی صورت ہوتی' تو آج پاکستان کا نام و نشان کہیں نہ ملتا' آپ نے ایک ملاقات میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی سے فرمایا:

مولانا: میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں' ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔ (7)

تحریک پاکستان

اہل سنت و جماعت ابتداء ہی سے دو قومی نظریہ کے حامی بلکہ داعی رہے ہیں۔ 1921ء میں اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد آپ کے تلامذہ، خلفاء، معتقدین اور آپ کے ہم مسلک علماء نے ملت اسلامیہ کی راہنمائی کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا۔

1931ء میں جب علامہ اقبال نے خطبہ الٰہ آباد میں تقسیم ہند کی تجویز پیش کی تو کانگریسی حلقوں کی طرف سے اس کی سخت مخالفت کی گئی۔ اس موقعہ پر صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی غالباً" پہلے عالم دین تھے جنہوں نے اس تجویز کی پرزور حمایت کی اور فرمایا:

ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے، ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار ہو، دوسرا مسلمانوں کے، ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا؟ یہ ہندو اخبارات کے دیکھنے سے ظاہر ہوگا، کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی۔ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا، تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے نفع ملتا۔۔۔۔ اس کو تو کون جانتا ہے کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوگا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا؟ لیکن ہندو اس وقت خالی بات بھی نوک زباں پر لانے کو تیار نہیں ہیں جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو، اس حالت میں بھی کوئی مسلمان کہلانے والی جماعت (کانگریسی علماء) ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس! کاش اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور کام کرنے والوں کو کام کرلینے دیں۔ (8)

آل انڈیا سنی کانفرنس

یوں تو مسلم لیگ کو قیام کے وقت سے ہی مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل تھیں اور جگہ جگہ اس کی شاخیں بھی قائم تھیں جو پوری تندہی سے کام کر رہی تھیں، لیکن مطالبہ پاکستان میں جان اس وقت پیدا ہوئی، جب اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ نے متفقہ طور پر قیام پاکستان کے مطالبہ کی حمایت کی اور نظریہ پاکستان کو ملک کے گوشے گوشے میں پہنچادیا۔

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، اہل سنت کی تنظیم "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے ناظم اعلیٰ تھے۔ ان کی شبانہ روز انتھک محنت کے نتیجے میں 27 تا 30 اپریل 1946ء آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا چار روزہ اجلاس بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر بنارس، رشک چمن بنا ہوا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سرزمین بنارس پر قدسیوں کا نزول ہے اور رحمت و نور کی بارش ہو رہی ہے۔ اہل سنت کے دو ہزار علماء و مشائخ اور لاکھوں حاضرین کا اجتماع تھا۔ فضائیں ذکر و فکر کے انوار سے معمور تھیں اور تمام شرکاء قیام پاکستان کے لئے کام کرنے کے جذبے سے سرشار تھے۔

اس اجلاس میں متفقہ طور پر منظور شدہ قرارداد کی بعض اہم دفعات یہ ہیں:

1- یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے لئے تیار ہیں۔

2- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:

مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی (تلمیذ و خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولانا مصطفیٰ رضا خان (ابن اعلیٰ حضرت) مولانا امجد علی (خلیفہ اعلیٰ حضرت و والد ماجد علامہ عبد المصطفیٰ ازہری)، مولانا عبد العلیم میرٹھی (خلیفہ اعلیٰ حضرت و والد ماجد شاہ احمد نورانی) مولانا ابو الحسنات محمد احمد (ابن خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولانا ابو البرکات سید احمد (خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولانا عبد الحامد بدایونی، دیوان سید آل رسول (سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف) خواجہ قمر الدین سیالوی، شاہ عبد الرحمٰن بھرچونڈی شریف، سید امین الحسنات مانکی شریف اور مصطفیٰ علی خاں۔ (9)

اس کانفرنس کے بعد اسی سلسلے میں دیگر مقامات پر بھی کانفرنسیں ہوئیں اور اہل سنت کے علماء و مشائخ نے ملک کے چپے چپے میں مطالبہ پاکستان کا پیغام پہنچایا، امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے پورے ہندوستان اور خاص طور پر پنجاب کے ایک ایک

قریہ اور ایک ایک بستی میں جاکر نظریہ پاکستان کی تبلیغ فرمائی، صوبہ سرحد میں کانگریسیوں کا بہت زور تھا جسے پیر صاحب مانکی شریف، پیر صاحب زکوڑی شریف، مولانا عبدالحامد بدایونی اور دیگر علماء اہل سنت کی مساعی نے ناکام بنایا، اللہ تعالیٰ نے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی اور پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

جمعیتہ العلماء پاکستان کا قیام

چونکہ قیام پاکستان سے آل انڈیا سنی کانفرنس کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اس لئے حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مساعی جمیلہ سے مارچ 1948ء میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم، ملتان میں علماء اہل سنت کا ایک اجتماع ہوا جس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام جمعیت العلماء پاکستان رکھ دیا گیا، جس کے صدر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور ناظم اعلیٰ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی مقرر ہوئے اور ایک دفعہ پھر اہل سنت کا قافلہ رواں دواں ہو گیا۔

جمعیتہ العلماء پاکستان اور جمعیتہ المشائخ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق 7 مئی 1948ء بروز جمعہ پاکستان بھر میں یوم شریعت منایا گیا، جلسے منعقد ہوئے، قائداعظم اور اسلامی جرائد کو تاریں دی گئیں اور حکومت پر زور دیا گیا کہ پاکستان میں قانون اسلامی نافذ کیا جائے۔

جب مجاہدین اسلام، محاذ کشمیر پر داد شجاعت دے رہے تھے اور حق خود ارادیت کے لئے جانبازی کا مظاہرہ کر رہے تھے تو مودودی صاحب نے جس طرح تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ اسی طرح اس جنگ کی بھی مخالفت کی اور کہا کہ یہ جنگ جہاد نہیں ہے اور اس میں جان دینے والے شہید نہیں ہیں۔ اس موقع پر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری میدان میں آئے اور انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ جنگ، جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس میں جان دینے والے شہید ہیں۔ مسلمانوں کو ہر ممکن طریقہ سے مجاہدین کی امداد کرنا چاہئے، جمعیتہ العلماء پاکستان کی کوششوں سے 80 ہزار روپے سے زائد کا امدادی سامان مجاہدین میں تقسیم کیا گیا۔ صدر جمعیتہ نے بنفس نفیس محاذ کشمیر کے کئی دورے کئے اور مجاہدین کی حوصلہ افزائی کی۔ انہی مساعی جمیلہ کی بناء پر آپ کو غازی کشمیر کا لقب دیا گیا۔

تحریک ختم نبوت

قیام پاکستان کے بعد ختم نبوت کے قصر رفیع میں نقب لگانے والے مرزائی، قادیان سے منتقل ہو کر پاکستان آگئے اور اس وقت کے وزیر خارجہ ظفراللہ کے ذریعے ربوہ کی سرزمین برائے نام قیمت پر خرید کر ارتداد پھیلانے میں مصروف ہو گئے۔ اس فتنے کے انسداد کے لئے پاکستان کے تمام علماء سنی، دیوبندی، غیر مقلد، جماعت اسلامی اور شیعہ نے مل کر 1953ء میں مجلس عمل قائم کی جس کے صدر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری منتخب ہوئے، متفقہ طور پر ناظم الدین کی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ظفراللہ کو وزارت خارجہ کے منصب سے برطرف کیا جائے اور مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، لیکن ارباب اقتدار ٹس سے مس نہ ہوئے، آخر طے پایا کہ ایک وفد کراچی جاکر مرکزی وزیراعظم خواجہ ناظم الدین سے ملے اور اپنے مطالبات پیش کرے۔

خواجہ ناظم الدین نے مطالبات تسلیم نہ کئے اور وفد کے قائدین کو گرفتار کرلیا۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی اور جگہ جگہ احتجاجی جلسے ہونے لگے، جلوس نکلنے لگے، عوام و خواص کے مطالبے اور احتجاج کی شدت کے ساتھ ساتھ حکومت کا تشدد بھی بڑھتا گیا اور پورے ملک کے جیل خانے فدایان ختم نبوت سے بھر گئے۔

حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور دیگر زعماء کو سکھر جیل میں منتقل کر دیا گیا، آپ نے قید و بند کی صعوبتوں کو بڑی استقامت سے برداشت کیا۔ جب پس دیوار زنداں آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کے اکلوتے فرزند مولانا خلیل احمد قادری کو تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کی بناء پر پھانسی کی سزا سنا دی گئی ہے تو آپ نے بے ساختہ فرمایا:

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے میرا یہ معمولی ہدیہ قبول فرمالیا۔

جب دیگر زعماء گرفتار ہو گئے تو مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی نے مسجد وزیر خاں کو مرکز بنا کر شعلہ بار تقریروں سے تحریک کو آگے بڑھایا، انہیں بھی گرفتار کرلیا گیا اور مولانا خلیل احمد قادری کی طرح ان کے خلاف بھی پھانسی کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ قریب تھا کہ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو جاتی کہ بعض آرائش پسند لیڈر حکومت سے معافی مانگ کر رہا ہو گئے اور

اس طرح تحریک کا زور ٹوٹ گیا اور وقتی طور پر یہ تحریک رک گئی۔

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں 1974ء میں یہ مطالبہ پھر شدت اختیار کر گیا کہ مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، مجلس تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی جس کے سیکرٹری جنرل مولانا سید محمود احمد رضوی، شارح بخاری منتخب ہوئے۔ تحریک نے اس قدر زور پکڑا کہ یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا، مرزا ناصر احمد کو وضاحت پیش کرنے کے لئے اسمبلی میں بلایا گیا۔ اس نے دیگر ثبوت پیش کرنے کے علاوہ بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس سے اس قسم کی عبارات پیش کیں کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو، تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (ص 28) دیوبندی علماء بھی موجود تھے وہ کیا جواب دیتے؟ اس موقعہ پر مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ ختم نبوت کا جو بھی منکر ہو خواہ کسے باشد ہمارے نزدیک کافر ہے اور ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد بھی مولانا شاہ احمد نورانی نے پیش کی جس کے مطابق ختم نبوت کا منکر خواہ وہ قادیانی ہو یا لاہوری پارٹی سے تعلق رکھتا ہو کافر قرار دیا گیا، اسی دوران لاہوری پارٹی کے کچھ افراد نے مولانا نورانی کو پیشکش کی کہ چونکہ ہم مرزا کو نبی نہیں مانتے اس لئے قرارداد میں سے ہمارا نام خارج کردیں، اس کے عوض ہم آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں، مولانا شاہ احمد نورانی نے فرمایا۔

آپ کی پیشکش ہمارے جوتے کی نوک پر ہے، مرزا مدعی نبوت ہے جو اسے مجدد، مصلح یا مسلمان مانتا ہے وہ بھی کافر ہے اور میری قرارداد سے کوئی لفظ حذف نہیں ہو سکتا، آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں۔ (10)

اسمبلی کے اندر اور باہر علماء اہل سنت اور دیگر طبقوں نے تین ماہ تک زبردست تحریک چلائی، جلسوں، جلوسوں اور قراردادوں سے ارباب اقتدار پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ 7 ستمبر 1974ء کو آئینی طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا، یہ الگ بات ہے کہ مرزائی بدستور کلیدی عہدوں پر براجمان رہے اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

آل پاکستان سنی کانفرنس دار السلام

1961ء میں حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے وصال کے بعد جمعیۃ العلماء پاکستان تعطل کا شکار رہی اور کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہ دے سکی۔ 1968ء میں جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور میں مرکزی سطح کا اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی کو صدر منتخب کیا گیا، یہ اہل سنت کی بیداری اور تنظیم کا نیا دور تھا جس میں جمعیت کی قیادت نے تحریک بحالی جمہوریت میں نمایاں کردار ادا کیا جلسے کئے، جلوس نکالے اور اہل سنت کو نیا ولولہ عطا کیا۔

1969ء اور 1970ء کے سالوں میں ذوالفقار علی بھٹو نے روٹی، کپڑے اور مکان کے نعرے کے ساتھ سوشلزم کا نعرہ لگایا تو بہت سے سادہ لوح اور مفاد پرست اس کے ہمنوا بن گئے۔ یہ ظاہریوں دکھائی دینے لگا کہ کلمہ طیبہ کے نام پر حاصل کئے جانے والے ملک کے باشندے سوشلزم کے حق میں فیصلہ دے دیں گے، اس وقت اسلام کا نام لینا اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالنے کے مترادف تھا، علماء پر پھبتیاں کسی جارہی تھیں، اسلام اور قرآن کا کھلے بندوں مزاح اڑایا جا رہا تھا۔ سوشلسٹوں کے حوصلے بہت بلند تھے ایسے نازک وقت میں سب سے پہلے علماء اہل سنت نے ہی کلمہ حق بلند کیا اور سوشلزم کے سامنے سد سکندری بن کر کھڑے ہو گئے اور اس جرأت اور استقامت سے اسلامی نظام کی حمایت کی کہ طوفان کا رخ بدل دیا اور در و دیوار نظام مصطفیٰ کے نعروں سے لرزنے لگے۔

313 علماء نے سوشلزم کے خلاف فتویٰ جاری کیا، جس سے اسلامیان پاکستان کی غفلت کے پردے چاک ہو گئے، قریب تھا کہ سوشلزم اسی وقت دفن ہو جاتا کہ جمعیۃ العلماء اسلام کے راہنماؤں مولوی غلام غوث ہزاروی اور مفتی محمود نے سوشلزم کو شرعی جواز مہیا کر دیا اور اپنی تمام تر مساعی بھٹو کی کامیابی کے لئے صرف کردیں، سوشلزم کی مخالف جماعتیں چونکہ انتشار کا شکار تھیں اس لئے تیس، پینتیس فیصد ووٹ حاصل کرنے کے باوجود ذوالفقار علی بھٹو کی جماعت، اسمبلی کی زیادہ نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

22 مارچ 1970ء میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں نے توبہ

ٹیک سنگھ میں کسان کانفرنس منعقد کی' جس میں بھاشانی مہمان خصوصی تھا' اس کانفرنس کا نعرہ تھا۔ ماریں گے مرجائیں گے سوشلزم لائیں گے۔" اسی کانفرنس میں ٹوبہ کا نام لینن گراڈ تجویز کیا گیا۔

اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ نے اپنا فرض منصبی سمجھتے ہوئے سوشلزم کے پروپیگنڈا کا موثر جواب دینے اور کسان کانفرنس کے اثرات کے ازالہ کے لئے عین اسی مقام پر 14/13 جون 1970ء کو عظیم الشان "سنی کانفرنس" منعقد کی جس میں بطور مہمان خصوصی حضرت مولانا فضل الرحمٰن قادری مدینہ طیبہ سے تشریف لا کر شریک ہوئے' اس کانفرنس کا منظر دیدنی تھا تاحد نظر پھیلے ہوئے غلامان مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جم غفیر اور اہل سنت کے تقریباً" تین ہزار علماء و مشائخ کے مبارک اجتماع سے وہ سماں پیدا ہوا کہ باطل کی تمام تاریکیاں چھٹ گئیں۔ اس کانفرنس میں ملت اسلامیہ کو "مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ" کا نعرہ ملا اور اعلان کیا گیا کہ اسی منشور کی بنیاد پر دسمبر 1970ء کے انتخابات میں حصہ لیا جائے گا' اسی اجتماع میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کا نام "دار السلام" رکھا گیا۔

تحریک نظام مصطفیٰ

ذوالفقار علی بھٹو نے مارچ 1977ء کے انتخاب کا اعلان کیا تو جمعیت العلماء پاکستان کی کوششوں اور اس کے کوٹے کی سیٹوں کی قربانی سے "قومی اتحاد" قائم ہوا۔ ابتداء" مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا نعرہ صرف جمعیت ہی کا نعرہ تھا' بعد میں بے پناہ عوامی مقبولیت کی بناء پر بلا امتیاز تمام جماعتوں نے یہ نعرہ اپنایا' اس مبارک نعرے کی برکت تھی کہ غلامان مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیوانہ وار قومی اتحاد کی آواز پر لبیک کہی اور بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک کے دوران سب سے زیادہ قربانیاں اہل سنت نے دیں' گرفتار ہونے والوں میں سب سے زیادہ تعداد اہل سنت ہی کی تھی' اس کا سبب بھی واضح ہے کہ جس جماعت کے نزدیک دین و دنیا کی سب سے عزیز ترین متاع محبت الٰہیہ اور حب مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہو جس کے نزدیک محبوب خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ادنیٰ

گستاخی کفر ہو' جس کے نزدیک ناموس مصطفیٰ پر مر مٹنا حیات جاوید کی علامت ہو' (12) بڑے سے بڑے خطرے کو در خور اعتناء نہیں سمجھتی' اس کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (13) جان قربان کرنا سب سے بڑا اعزاز اور ذریعہ نجات ہے۔

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جر ملکی و ملی تحریک میں اہل سنت کے علماء' مشائخ اور عوام الناس نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بڑی سے بڑی قربانی دینے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ اہل سنت کا ماضی اتنا درخشاں اور تابندہ ہے کہ اس کی چکا چوند آنکھوں کو خیرہ کئے دیتی ہے۔ بلاشبہ اہل سنت کی حسین روایات اتنی گرانقدر ہیں کہ ان پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔

حوالہ جات

(1) سلیمان ندوی' حیات شبلی ص 46 (بحوالہ تقریب تذکرہ اکابر اہل سنت ص 22)

(2) موج کوثر' طبع ہفتم 1966ء ص 70 (ایضاً)

(3) عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الرشید' ج 2 ص 77

(4) عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الرشید ج 2 ص 80

(5) خان عبدالوحید خاں: مسلمانوں کا ایثار جنگ آزادی ص 143'142 (بحوالہ اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت' از سید نور محمد قادری)

(6) خواجہ رضی حیدر: قائداعظم کے 72 سال' مطبوعہ سورتی اکیڈمی کراچی 1976ء (بحوالہ قائداعظم جناح میری نظر میں) از مرزا ابوالحسن اصفہانی' ص 30)

(7) محمد مسعود احمد پروفیسر: فاضل بریلوی اور ترک موالات' ص 45

(8) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان' ج ا' ص 271

(9) پروفیسر محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی اور ترک موالات ص 80-79

(10) محمد احمد قادری: مولانا ابوالحسنات سید: روئیداد مرکزی جمعیت العلماء پاکستان لاہور ص 18

(11) محمد صادق' مولانا ابو داؤد: شاہ احمد نورانی ص 158

جماعت اہل سنت کا مختصر تعارف

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان قائم ہوا تو ملک پاک کے شہر شہر اور قریہ قریہ میں اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ کثرت سے موجود تھے جن کے دم قدم سے گلشن اسلام کی بہار تھی' مدارس میں قال اللہ قال الرسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دل نواز نغمے بلند ہوتے تھے' خانقاہیں ذکر و فکر سے آباد تھیں' محراب و منبر علماء حق کے روح پرور خطابات سے گونجتے تھے اور ایسے علماء بکثرت موجود تھے جو وقت کے حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہنے کا حوصلہ رکھتے تھے' ایسے باخدا ارباب ولایت کی بھی کمی نہ تھی جن کی زیارت کر کے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے اور ایمانداروں کے ایمان مضبوط ہو جاتے۔

1956ء میں ضرورت محسوس کی گئی کہ تبلیغ دین اور اشاعت مسلک اہل سنت و جماعت کی انفرادی کوششوں کو اجتماعی طور پر منظم کیا جائے' اس مقصد کے لئے کراچی میں خالص مذہبی اور غیر سیاسی جماعت' جماعت اہل سنت کی داغ بیل ڈالی گئی' خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے امیر مقرر کئے گئے' شیخ محمد اسماعیل ناظم اعلیٰ اور حاجی محمد صدیق خازن مقرر ہوئے جو بولٹن مارکیٹ میں کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ اس دور میں جماعت کے زیر اہتمام زیادہ تر تقریری تبلیغ کا کام ہوا' کچھ رسائل بھی شائع کئے گئے۔

1966ء میں جماعت کی نشاۃ ثانیہ کا اہتمام کیا گیا' حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری' شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ' کراچی' صدر' مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری' ناظم اعلیٰ' حضرت مولانا محمد حسن حقانی' نائب ناظم اور مولانا علامہ جمیل احمد نعیمی ناظم نشر و اشاعت منتخب ہوئے' 15 جنوری 1971ء کو علامہ سید سعادت علی قادری مدظلہ سرینام تشریف لے گئے۔

اس عرصہ میں جماعت اہل سنت نے مختلف اہم موضوعات پر لٹریچر شائع کر کے تقسیم کیا۔ 1968ء میں جماعت کے ناظم اعلیٰ علامہ سید سعادت علی قادری نے بیان کیا کہ گزشتہ دو سالوں میں جماعت نے 14 کتابچے شائع کئے' جن کی تعداد 55 ہزار تک پہنچ گئی اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

(کتابچہ نمبر 17 ترجمان اہل سنت ص 9)

علامہ سید سعادت علی قادری نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کے علاوہ ہفتہ وار تبلیغی اجتماعات کا اہتمام کیا گیا جس میں علماء کرام تبلیغی' اصلاحی اور تنظیمی عنوانات پر خطاب فرماتے رہے' جماعت نے تبلیغی کتبات کی اشاعت کا بھی اہتمام کیا' جن پر قرآنی آیات' احادیث اور اقوال زریں درج ہوتے' یہ دیدہ زیب کتبات دکانوں' مکانوں اور دفتروں میں آویزاں کئے جاتے۔

(تبلیغی کتابچہ ترجمان اہلسنّت' اگست 1968ء ص 36)

1966ء میں جماعت اہل سنت کی نشاۃ ثانیہ کے بعد کراچی میں جماعت کے دو سو دفاتر اور مختلف مساجد میں حفظ و ناظرہ کے پچاس کے قریب مدارس تھے' غالباً 1972ء کے سیلاب میں سندھ کے اندرونی علاقوں میں بست جانی و مالی نقصان ہوا' اس موقع پر جماعت اہل سنت نے تین چار لاکھ روپے کا سامان' کپڑوں' برتنوں' بستروں اور خوراک کی صورت میں تقسیم کیا۔ جماعت نے یتیم بچوں اور بیوگان میں وظائف بھی تقسیم کئے۔

غرض یہ کہ جماعت نے تعلیمی' تبلیغی' تنظیمی اور رفاہی میدانوں میں بھرپور کام کیا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جب علماء اہل سنت نے جمعیت العلماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے الیکشن میں حصہ لیا تو عوام نے دل کھول کر ووٹ دیئے اور انہیں کامیاب کرایا۔

جولائی 1968ء سے جماعت نے مسلک اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کے لئے ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی جاری کیا' 1971ء سے 74ء تک مولانا علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے ایڈیٹر' مولانا جمیل احمد نعیمی پبلشرز اور مجلس مشاورت میں ان دونوں حضرات کے علاوہ مولانا علامہ غیب الرحمٰن (حال ناظم اعلیٰ دار العلوم نعیمیہ' کراچی) اور

علامہ احمد میاں برکاتی (حال مہتمم دارالعلوم احسن البرکات' حیدر آباد) شامل تھے۔

یہ ماہنامہ واقعی ترجمان اہل سنت تھا' اس میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر بڑے اچھے مقالات شائع ہوتے تھے' علماء اہل سنت کے تذکرے اور ان کی تصانیف پر تبصرے شائع ہوتے تھے' اس ماہنامہ نے کئی وقیع نمبر شائع کئے' جنہیں عوام و خواص نے قدر کی نگاہ سے دیکھا' مثلاً "ختم نبوت نمبر' جنگ آزادی 1857ء نمبر' اعلیٰ حضرت نمبر اور سنی کانفرنس ملتان (اکتوبر 1978ء) کے بعد سنی کانفرنس نمبر۔

1975ء میں جماعت کے صدر مولانا محمد رمضان' ناظم اعلیٰ مولانا منظور الحق اور ماہنامہ ترجمان اہل سنت کے ایڈیٹر مولانا غلام دستگیر افغانی مقرر ہوئے۔۔۔ جب تک یہ ماہنامہ جاری رہا مسلک اہل سنت و جماعت کی بے باک ترجمانی اور دفاع کرتا رہا' جماعت اہل سنت کو اس مجلہ کا دوبارہ اجراء کرنا چاہئے۔

درج ذیل حضرات جماعت اہل سنت کی سرپرستی فرماتے رہے:

1- حضرت پیر صوفی محمد فاروق رحمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔
2- حضرت پیر صوفی کفایت علی شاہ رزاقی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
3- حضرت پیر ابو محمد سید احمد اشرف شاہ جیلانی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
4- حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی مدظلہ العالی۔
5- حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
6- حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی۔

(کتابچہ ترجمان اہلسنت' اگست 1968ء ص 37)

1971ء سے 74ء تک علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری رحمہ اللہ تعالیٰ صدر' مولانا علامہ شاہ احمد نورانی نائب صدر اول' مولانا علامہ محمد شفیع اوکاڑوی نائب صدر دوم (اسی دوران کچھ عرصہ صدر بھی رہے) اور مولانا علامہ جمیل احمد نعیمی ناظم اعلیٰ رہے۔

قیام پاکستان سے پہلے "انجمن مسلمانان پنجاب" کے زیر اہتمام عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر عظیم الشان جلوس نکالا جاتا تھا' جو "میری ویدر ٹاور" سے شروع ہو

کر آرام باغ میں اختتام پذیر ہوتا تھا' اس میں ارباب اقتدار کے نمائندوں کو بلایا جاتا' سکاؤٹس بھی شریک ہوتے' لیکن علماء کرام کی نمائندگی نہیں ہوتی تھی' اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے جماعت اہل سنت نے 1971ء میں میمن مسجد بولٹن مارکیٹ سے عید میلاد النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے جلوس کا آغاز کیا' طے یہ پایا کہ یہ جلوس نشتر پارک جائے گا اور وہاں کانفرنس منعقد کی جائے گی' نشتر پارک میں کانفرنس منعقد کرنے کے لئے باقاعدہ کمشنر سے اجازت لی گئی' دیوبندیوں نے بھی اسی دن جلسہ کرنے کی درخواست دے دی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔

نشتر پارک کے پہلے اجلاس میں پچیس تیس ہزار افراد شریک ہوئے' علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری' علامہ شاہ احمد نورانی' مولانا قاری مصلح الدین' صوفی ایاز خاں نیازی' مولانا اللہ وسایا خطیب' مولانا جمیل احمد نعیمی اور دیگر علماء نے خطاب کیا' میاں اختر حسین پگاں والے اور ان کے ساتھی شریک ہوئے' وردی پوش سنی نوجوانوں نے بھی شرکت کی اور کانفرنس کے نظم و نسق کا اہتمام کیا۔

ترجمان اہل سنت کے کتابچوں کے حوالوں کے علاوہ تمام معلومات حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی مدظلہ العالی نے فراہم کیں' ترجمان اہل سنت کے کتابچے جناب خلیل احمد رانا (جہانیاں منڈی' خانیوال) نے فراہم کئے' حضرت علامہ مولانا اقبال ازہری مدظلہ (شجاع آباد) اور الحاج امجد علی چشتی مدظلہ (کامونکی) نے جماعت کے تعارفی کتابچے فراہم کئے' مولائے کریم جل مجدہ سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے' راقم ان سب کا شکر گزار ہے۔

کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان (1978ء)

قیام پاکستان سے پہلے "آل انڈیا سنی کانفرنس" اہل سنت و جماعت کی اس نمائندہ تنظیم کا نام تھا جس کے ممبران کی تعداد دو کروڑ سے زائد تھی اسی تنظیم نے تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے فضا ہموار کی اور اپریل 1946ء میں بنارس میں ملک گیر "آل انڈیا سنی کانفرنس" منعقد کی جو بلاشبہ قیام پاکستان کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اگرچہ مارچ 1948ء میں پاکستان کی سطح پر اس تنظیم کا نام جمعیۃ العلماء پاکستان رکھ دیا گیا تاہم اسی تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے "سنی کانفرنس" کا نام استعمال کیا گیا' جیسے سنی کانفرنس ٹوبہ

ٹیک سنگھ 1961ء سنی کانفرنس ملتان 1978ء سنی کانفرنس رائیونڈ اور سنی کانفرنس لاہور 1996ء

16-17 اکتوبر 1978ء کو غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام عظیم الشان ''کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان'' منعقد ہوئی جس کی روئیداد کے ابتدائیہ میں راقم نے لکھا تھا:

16-17 اکتوبر 1978ء کو قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام فقید المثال کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اخبارات کی اطلاع کے مطابق بیس سے پچیس لاکھ تک عوام اہل سنت اور دس ہزار سے زیادہ علماء و مشائخ اہل سنت کا اجتماع تھا۔ قاسم باغ میں تاحد نظر سنی ہی سنی تھے۔ قلعہ کہنہ کے تمام پلاٹ اور سڑکیں اور ملتان شہر کے گلی کوچے شرکاء سے پر تھے۔

بلا مبالغہ قومی سطح کی یہ سب سے بڑی کانفرنس تھی، شرکاء کا ذوق و شوق دیدنی تھا، انتظامات اتنے عمدہ اور وسیع پیمانے پر تھے کہ انہیں دیکھ کر حیرت ہوتی تھی، مقام مصطفیٰ کے تحفظ، نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مسلک اہل سنت کی حفاظت و سربلندی کے جذبات اتنے گہرے تھے کہ ہر شخص اسی رنگ میں رنگا ہوا دکھائی دیتا تھا، بلاشبہ یہ تائید ایزدی اور عنایت مصطفائی کا کرشمہ تھا۔

(روئیداد سنی کانفرنس، ملتان ص 3)

اس عظیم اجتماع میں غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جماعت اہل سنت کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا جن کا خطبہ صدارت حاصل کانفرنس تھا، صاحبزادہ حاجی فضل کریم ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور کاروان اہل سنت نئے ولولے کے ساتھ رواں دواں ہو گیا۔

اس کانفرنس میں بالاتفاق تمام علما و مشائخ اور برادران اہل سنت نے تعاون بھی کیا اور شرکت بھی کی، ان علماء و مشائخ کے اسماء مبارکہ لکھے جائیں تو الگ ایک مقالہ تیار ہو جائے، تاہم مولانا علامہ محمد طفیل رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم اعلیٰ شمس العلوم کراچی کا تذکرہ ضروری ہے جنھوں نے کل پاکستان سنی کانفرنس، ملتان کی کامیابی کے لئے کئی ماہ ملک کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے دورے کئے اسی دوران وہ علیل ہو گئے اور کانفرنس کے کچھ عرصہ بعد انتقال فرما

گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان میں اتحاد ملت اسلامیہ کا ایسا ایمان افروز اور روح پرور منظر تھا جس کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ید اللہ علی الجماعہ۔

جماعت کو سرگرم عمل کرنے کے لئے 1993ء میں اسلام اور پاکستان کے سچے شیدائی طلبہ کی ملک گیر تنظیم، انجمن طلباء اسلام کے سابق راہنماؤں پر مشتمل سنی آرگنائزنگ کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں معروف صحافی اور دانشور جناب محمد نواز کھرل، جناب عبد الرزاق ساجد اور ان کے ساتھی شامل تھے۔ اس کمیٹی کی کوششوں سے ''سنی سپریم کونسل'' تشکیل دی گئی، جس کے سرپرست اور امیر، جسٹس سپریم کورٹ وفاقی شرعی عدالت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ منتخب ہوئے۔ اس کونسل کے ممبران شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی، رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری مدظلہ ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور/شیخوپورہ و ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہلسنت پاکستان) پیر طریقت حضرت صاحبزادہ عتیق الرحمٰن مدظلہ العالی، ڈھانگری شریف، آزاد کشمیر، حضرت مولانا سید حبیب الرحمٰن، آزاد کشمیر، مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد سعید احمد اسعد، عبد الرزاق ساجد، محمد نواز کھرل، سید صفدر شاہ، فضل الرحمٰن (اوکاڑا) خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ لاہور اور دوسرے حضرات شامل تھے۔

سپریم کونسل کی کوششوں سے 17 جنوری 1994ء کو دار العلوم حزب الاحناف، لاہور میں منعقد ہونے والے تاریخی اجلاس میں جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر، جانشین غزالی زماں حضرت صاحبزادہ پروفیسر سید محمد مظہر سعید کاظمی مدظلہ (ملتان) اور ناظم اعلیٰ، مجاہد اہل سنت حضرت مولانا پیر محمد افضل قادری مدظلہ منتخب ہوئے۔ حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ سینئر نائب امیر منتخب ہوئے، حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں جماعت اہل سنت کا نیا دستور مرتب کیا گیا اور اس طرح اہل سنت و جماعت کا اجتماعی قافلہ نظام مصطفیٰ کے نفاذ، مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور اشاعت مسلک اہل سنت کی منزل کی طرف سرگرم سفر ہو گیا۔

30 اکتوبر 1995ء کو موچی دروازہ لاہور کے باغ میں سنی کنونشن منعقد کیا گیا جس میں ملک کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے علماء اور عوام نے بھرپور شرکت کی۔ اسی دوران جماعت کے ناظم اعلیٰ پیر محمد افضل قادری مدظلہ کی قیادت میں "کاروان جہاد" لاہور سے روانہ ہو کر مظفر آباد گیا اور مجاہدین کشمیر سے ملاقات کرنے کے علاوہ مہاجرین میں ساز و سامان تقسیم کیا گیا' اسی طرح لاہور سے "کاروان امن" روانہ ہو کر کراچی گیا اور پورے ملک کے باسیوں کو تلقین کی کہ یہ دانشمندی نہیں ہے کہ انسان جس شاخ پر بیٹھا ہوا ہو اسی کو کاٹنے کے درپے ہو جائے' پاکستان ہمارا وطن ہی نہیں ہمارا گھر بھی ہے اس کی حفاظت اور اس میں امن کی بحالی ہمارا فرض ہے۔

30 اکتوبر 1996ء کو جماعت اہل سنت نے مینار پاکستان کے سائے تلے عظیم الشان "کل پاکستان سنی کانفرنس" منعقد کی' جس میں پورے ملک کے علماء اور مشائخ اہل سنت نے شرکت کی' اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے مفکر اسلام حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی نے اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعداد میں 313 جلسوں سے خطاب کیا' الحمد للہ! یہ کانفرنس کامیاب رہی۔

پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی مدظلہ کو جماعت کی سپریم کونسل کا سربراہ منتخب کیا گیا' جون 1998ء میں مجاہد اسلام حضرت مولانا پیر محمد افضل قادری مدظلہ مرکزی کنوینر عالمی تنظیم اہل سنت بوجوہ مستعفی ہو گئے تو ان کی جگہ مفکر ملت حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ کو جماعت کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا' ان کی ولولہ انگیز قیادت میں پورے ملک میں رکن سازی اور مقامی سطح پر جماعت کی شاخیں قائم کی جا رہی ہیں' اللہ تعالیٰ کرے کہ تمام اہل سنت و جماعت تنظیم سے منسلک ہو جائیں تو پورے ملک میں ان سے بڑی کوئی قوت نہیں ہوگی۔

جماعت اہل سنت کے اہداف

گزشتہ صفحات میں آپ نے جماعت اہل سنت کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمایا اب ذرا جماعت کے مقاصد بھی ملاحظہ فرما لیں اور فیصلہ فرمائیں کہ کیا ہم میں سے ہر شخص کی یہ ذمہ

داری نہیں ہے کہ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے جماعت میں شامل ہو؟۔ مفکر اسلام حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی نے 30 اکتوبر 1996ء کو مینار پاکستان منعقد ہونے والی "کل پاکستان سنی کانفرنس" لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اپنے مسلک کا پاسبان ہو جا"

اور جماعت کے اہداف اس طرح بیان کئے:

فکری ہدف : بین الاقوامی سطح پر کفر کا زور توڑنا اور غلبہ اسلام کی منظم تحریک اٹھانا۔

روحانی ہدف : اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی دعوت تمام انسانی حلقوں تک پہنچانا۔

سیاسی ہدف : استحکام پاکستان اور نفاذ نظام مصطفیٰ کے لئے ذہن سازی کرنا۔

سماجی ہدف : معاشرتی برائیوں کے خاتمے اور خدمت خلق کے فروغ کی کوشش کرنا۔

اصلاحی ہدف : گمراہ کن عقائد کی اصلاح' فرقہ واریت کی بیخ کنی' جاہلانہ رسوم کی تطہیر اور اللہ' رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کی روشنی میں عامۃ الناس کے لئے دینی دعوت کا اہتمام کرنا۔

تعلیمی ہدف : قدیم و جدید علوم کے مدارس' سکولز' کالجز اور یونیورسٹیاں قائم کرنے کی سعی کرنا' ماہرین تعلیم سے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نصاب تیار کرانا۔

عملی ہدف : باطل اور طاغوت کے خلاف بھرپور جہاد کرنا۔

تنظیمی و تحریکی ہدف : وطن عزیز کے گاؤں گاؤں' قریہ قریہ' بستی بستی اور شہر شہر میں جماعت اہل سنت کی تنظیم سازی کرنا' پاکستان بھر کی تمام سنی تنظیموں اور تحریکوں کا عملی اشتراک قائم کرنا۔

عالمی ہدف : دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا' دنیا بھر میں کام کرنے والی سنی تنظیموں اور تحریکوں سے رابطہ کرنا۔

(منزل نواز خطاب' بتصرف)

بین الاقوامی سنی کانفرنس ملتان (2000ء)

بیسویں صدی عیسوی اختتام پذیر ہے' دنیا بھر کی قومیں نئے جوش اور ولولے کے ساتھ اکیسویں صدی میں داخل ہونے کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ الحمد للہ! جماعت اہل سنت نے 2 اپریل 2000ء کو ملتان میں "بین الاقوامی سنی کانفرنس" منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

1- اس امر کا جائزہ لینا کہ ہم نے اس صدی میں کیا کھویا اور کیا پایا؟ اور یہ کہ آئندہ صدی میں ہم کس طرح اپنا مقام حاصل کر سکتے ہیں؟

2- اہل سنت و جماعت کے شعور کو بیدار کرنا۔

3- اہل سنت و جماعت کو مذہبی سطح پر منظم کرنا۔

4- اصلاح عقائد و اعمال کی تحریک۔

5- اصلاح معاشرہ اور خالص مذہبی اقدار کا فروغ۔

6- نظریہ پاکستان کی حفاظت و اشاعت۔

7- حقوق اہل سنت کا تحفظ۔

8- دنیا بھر کے ارباب علم' اہل سنت و جماعت کے ساتھ روابط استوار کرنا۔

9- دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں خصوصاً "مجاہدین کشمیر کی امداد کا لائحہ عمل تیار کرنا۔

تمام علماء' مشائخ اور برادران اہل سنت و جماعت سے اپیل ہے کہ 1978ء کی کل پاکستان سنی کانفرنس' ملتان کے جوش اور جذبے کے ساتھ اس کانفرنس میں بھی شرکت فرمائیں۔

امام اہل سنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمتہ اللہ علیہ سابق مرکزی صدر جماعت اہل سنت پاکستان کا پیغام۔

ملت کی تعمیر اور قوم کی فلاح و بہبود کے ضمن میں موجودہ دور کے تغیرات ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم پوری علمی بصیرت سے حالات کا تجزیہ کریں حال و مستقبل کے تقاضوں کو سمجھیں اور ان کو پورا کرنے کی کامیاب جدوجہد کریں۔

علمائے اہل سنت کی خدمت میں مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ علمائے سلف کی سیرت کو سامنے رکھیں۔ وہ دیکھیں کہ کس طرح علمائے سابقین نے دنیوی شہرت اور مال و منال کی طمع سے بالاتر ہو کر علوم دین کی خدمت انجام دی۔ کسی نے تجارت کر کے روزی کمائی' کسی نے کمبل اور پوستین بنا کر' کسی نے مٹی کے برتن تیار کر کے' کسی نے سرکہ بیچ کر اور بعض نے جوتے سی کر اپنا پیٹ پالا اور بے لوث ہو کر علم کو پھیلایا اور اس کی نشر و اشاعت کی۔ اس دور میں ان حضرات کی مثال نہیں ملتی تاہم یہ ضروری ہے کہ ہر عالم دین اپنے دل میں خوف اور خشیت الہیہ پیدا کرے اور ذاتی و دنیوی مفادات سے بے نیاز ہو کر تعلیم دین کے فرائض سرانجام دے۔ سورۂ فاطر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان وارد ہے۔ انا اعلمکم باللہ واخشاکم منہ حسد اور باہمی منافرت علماء کے طبقے میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے یہی افتراق امت کا سب سے بڑا سبب ہے' جس کی بنیاد "انانیت" ہے۔ سنی علماء ان اولیائے کرام کے مشن کو قوم کے سامنے رکھنے کے مدعی ہیں جنہوں نے "انانیت کو فنا کر دیا تھا ایسی صورت میں انہیں لازم ہے کہ وہ اپنی انانیت کو فنا کر کے آپ میں کمال محبت و اخلاص کا جذبہ پیدا کریں۔

حضرات مشائخ کرام جن اولیائے کرام کے سجادہ نشین ہیں ان کے فقر و زہد' علم و معرفت' تقویٰ و طہارت' عبادت و ریاضت' روحانیت اور خدمت خلق کو اپنائیں۔ اس کے بغیر اولیائے کرام کی نیابت اور ان کی سجادگی کا کوئی تصور پیدا نہیں ہو سکتا۔

سجادگان کرام مال و دولت اور دنیوی عزت کو اپنے عظیم منصب کا بنیادی نقطہ نہ سمجھیں۔ اپنے اسلاف کو دیکھیں ان کے پاس علم و معرفت اور زہد و فقر کی دولت کے سوا کیا تھا؟ تاریخ شاہد ہے کہ امراء و سلاطین زمانہ ان کی غلامی کو اپنے لئے باعث عز و شرف سمجھتے تھے۔ آپ حضرات کو بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔

اہل ثروت' تاجروں' زمینداروں' امیروں اور تمام مخیر اہل سنت حضرات کا فرض ہے کہ وہ تمام تعمیری کاموں میں مخلصانہ طور پر بھرپور مالی تعاون فرمائیں کیونکہ اس کے بغیر جماعت کے کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔

میں اپنے اہل سنت عزیز طلبہ کو نہیں بھول سکتا میں سمجھتا ہوں کہ طلباء پوری قوم کا متاع عزیز ہیں۔ ان کے لئے میرا یہ پیغام ہے کہ وہ بے سود ہنگامہ آرائی سے بچیں۔ تعلیم کی طرف پوری طرح متوجہ رہیں۔ علم و عمل کے میدان میں زبان سے زیادہ قلم میں زور پیدا کریں۔ مسلک کی بنیاد پر اپنی تنظیم "انجمن طلبائے اسلام" کا دائرہ وسیع کریں اور اسے بہت زیادہ مستحکم بنائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔

ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے جس قدر زمانی فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے اتنی ہی تاریکی گہری ہوتی جا رہی ہے۔ لادینیت، بدمذہبی، بے عملی کا دور دورہ ہے۔ عریانیت کا سیلاب ہے، ہوس زر اور خواہشات نے ہمیں خوف خدا اور خوف آخرت سے عاری کر دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لامذہبیت عام ہے، امن و امان کی حالت مخدوش ہے، گرانی دن بدنی بڑھتی جا رہی ہے، بے چینی نے ہر آدمی کا احاطہ کر رکھا ہے، دشمن نے اپنی فوجیں ہماری سرحدوں پر لگا رکھی ہیں اس پر فتن دور میں ضروری ہے کہ ہم اپنا تعلق اللہ کریم جل جلالہ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مستحکم کریں اور نہ صرف اپنے آپ کو مسلک اہل سنت و جماعت کے سانچے میں ڈھالیں جو کہ اسلام کی صحیح تعبیر ہے بلکہ دوسروں کو بھی مسلک اہل سنت و جماعت اور اس کے دلائل سے روشناس کرائیں، دینی اقدار بحال کریں، معاشرے کی اصلاح کریں اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے ذہنوں کو تیار کریں۔

ان مقاصد کے لئے ضروری ہے کہ ہم جماعت اہل سنت کے رکن بنیں اور درج ذیل پروگراموں پر عمل پیرا ہوں۔

1- مسلک اہل سنت و جماعت کے مطابق عقائد کی درستی کے ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کا عملی نمونہ بنیں۔

2- اہل سنت و جماعت کا ہر فرد (مرد/عورت) جماعت کا ممبر بنے اور اپنے احباب کو جماعت کا ممبر بنائے، ممبر بننے کے لئے جماعت کے دفتر سے فارم حاصل کریں۔

3- جماعت اہل سنت کی مطبوعات خریدیں، خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں۔

4- ہر شہر اور ہر محلے میں جماعت کی شاخیں قائم کریں۔

5- ہر شاخ کی ایک لائبریری قائم کریں، اس میں علماء اہل سنت کی تصانیف جمع کریں اور اپنے حلقہ احباب کو مطالعہ کا عادی بنائیں۔

6- جماعت کی ہر شاخ ہفتہ وار قرآن، حدیث، عقائد اور مسائل فقہیہ کے درس کا اہتمام کرے جس میں اصلاح عقائد اور اصلاح اعمال و اخلاق کا اہتمام کیا جائے۔

7- وقتاً فوقتاً طلباء کے تقریری مقابلوں کا اہتمام کریں اور کامیاب مقررین کو کتابوں کی صورت میں انعام دیں۔

8- ایسے اجتماعات منعقد کریں جن میں علماء و مشائخ اہل سنت کی دینی، علمی، فکری اور سیاسی خدمات کو متعارف کرایا جائے۔

9- ہفتہ میں ایک مرتبہ محفل ذکر و نعت منعقد کریں۔ اپنی محافل کو حمد الٰہی اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مزین کریں۔

10- میلاد شریف، گیارہویں شریف اور ایصال ثواب کی محافل میں کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ علماء اہل سنت کے رسائل بھی تقسیم کریں۔

11- جس جگہ اہل سنت کا مدرسہ نہ ہو وہاں مدرسہ قائم کریں اور جہاں مدرسہ موجود ہو اس کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں۔

12- ہر شہر میں کم از کم ایک مکتبہ ضرور قائم کریں، جہاں علماء اہل سنت و جماعت کی تصانیف اور ماہنامے دستیاب ہوں۔

13- انجمن طلباء اسلام کی سرپرستی کریں۔

مطالعہ فرمائیں

قرآن پاک ترجمہ کنزالایمان : امام احمد رضا بریلوی
تفسیر۔ خزائن العرفان : صدرالافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
تفسیر۔ نورالعرفان : حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی
سیرت رسول عربی : علامہ نور بخش توکلی
ضیاءالنبی : پیر محمد کرم شاہ الازہری
جاءالحق : مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی
انوارالحدیث : علامہ جلال الدین امجدی
جنتی زیور : علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی
سنی بہشتی زیور : مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی
ہمارا اسلام : مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی
زندہ جاوید خوشبوئیں : شیخ محمد صالح فرفور / محمد عبدالحکیم شرف قادری
زلزلہ : علامہ ارشد القادری
تبلیغی جماعت : علامہ ارشد القادری
جماعت اسلامی : علامہ ارشد القادری
لوح و قلم تیرے ہیں : سید ریاض حسین شاہ
صبح زندگی : سید ریاض حسین شاہ
دعوت و تنظیم : شاہ تراب الحق
ضیاءالحدیث : شاہ تراب الحق
زجاجۃ المصابیح : سید عبداللہ شاہ (حیدر آباد دکن)
تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم : پروفیسر محمد مسعود احمد
پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ : علامہ جلال الدین قادری
تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس : علامہ جلال الدین قادری
تعلیم نماز : علامہ محمد صدیق ہزاروی
تاریخ نجد و حجاز : مفتی محمد عبدالقیوم قادری
باغی ہندوستان : عبدالشاہد خاں شروانی
اسلامی عقائد : سید یوسف ہاشم رفاعی

جماعت اہلسنت نے دین مصطفیٰ ﷺ کے فروغ اور تنظیمی و تبلیغی
سرگرمیوں کو عالمی سطح پر مربوط و منظم انداز میں
انجام دینے کے لئے ایک

سُنی سیکرٹریٹ

کے قیام کا فیصلہ کیا ہے

کمپیوٹر، انٹرنیٹ، فیکس، ای میل، ٹیلی فون اور باہمی رابطہ کی دیگر جدید سہولیات سے آراستہ اہلسنت کا یہ مرکزی دفتر ہمارے دیرینہ خوابوں کی تعبیر ثابت ہوگا۔ آپ سے اپیل ہے کہ سنی سیکرٹریٹ کی جلد از جلد تعمیر کے لئے اپنی قیمتی تجاویز، آراء کے ساتھ دل کھول کر عطیات دیں۔

نگران: حاجی محمد ایوب (مرکزی ناظم مالیات)

جماعت اہلسنت فنڈ اکاؤنٹ نمبر 3-1272 الائیڈ بنک لمیٹڈ راولپنڈی خیابان سید برانچ

مرکزی رابطہ دفتر: ادارہ تعلیمات اسلامیہ خیابان سید سیکٹر 3 راولپنڈی ۔ فون 418764